در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

الحسن

پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگارِ حضرت انوار البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیرِ اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظمِ اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۴۴ — جلد نمبر ۱۲

۱۶ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۸ء — جمادی الثانی / رجب ۱۴۱۹ھ

مدیرِ اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرکے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	اقبال ریاض	۲
۲	نعت شریف	محبوب الٰہی عطا	۳
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیرِ اعلیٰ	۴
۴	انوارِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم	مدیرِ اعلیٰ	۷
۵	دُعا کی حقیقت	قاری نصیر الدین	۹
۶	غزل	پروفیسر مُرتضیٰ سید	۱۵
۷	حضرت غلام محمد جلوی	علاء الدین عدیم	۱۶
۸	استفتاء (ایصال ثواب)	مُفتی خلیل الرحمان	۲۱
۹	دورِ حاضر میں اجتہاد	حافظ نُور حکیم	۲۹

شذرہ

حکیم محمد سعید کا قتل

نتائج جلد سامنے لائے جائیں

اقبال ریاض

مُمتاز دانشور اور ہمدرد فاؤنڈیشن (وقف) کے چیئرمین حکیم مُحمد سعید کو شہید ہوئے آج کئی روز گُذر چکے ہیں جبکہ عوام کے ہر طبقے کی طرف سے ان کے اصل قاتلوں کو جلد گرفتار کرنے کا مُطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔ یہ بڑا المیہ ہے کہ حکیم محمد سعید اور مُمتاز عالمِ دین مولانا مُحمد عبداللہ ایک ہی روز قتل کر دیئے گئے۔ جبکہ حکومت کے لئے یہ صُورتِ حال ایک لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اگرچہ اطلاعات کے مُطابق حکیم مُحمد سعید کے قتل کے سلسلے میں چند افراد کو گرفتار کیا جا چکا ہے جن کے ذریعہ اصل مجرُموں تک پہنچنا یقینی بنایا جا رہا ہے۔ تاہم قوم یہ جاننا ضروری سمجھتی ہے کہ ایک بے ضرر شخص اور ایسا انسان جو وطن، قوم اور انسانیت کی مُخلصانہ خدمت کر رہا تھا، کس جُرم کی پاداش میں دہشت گردی کا نشانہ بنا اور اس سانحہ کے اصل مجُرم کون ہیں؟ نیز حکومت مُلک و دین اور انسانیت کی خدمت کرنے والوں اور محبِ وطن شخصیتوں کے تحفظ کے بارے میں کیا اقدامات کر رہی ہے؟

حکیم مُحمد سعید ایک قومی سرمایہ تھے۔ وہ نئی نسل کے اُستاد بھی تھے جو بڑوں کی کارکردگی سے مایوس ہو کر نوجوان نسل کو مُلک کی خدمت کے لئے تیار کر رہے تھے۔ اُن کے قتل سے جہاں مُلک میں عدم تحفظ کا احساس بڑھا ہے وہاں غیروں کی نظر میں مُلک کے وقار کو دھچکا بھی پُہنچا ہے۔ لہٰذا ضُرورت اس امر کی ہے کہ مُلک میں دہشت گردی کے علاوہ فرقہ واریت کے خلاف بھی ایک باقاعدہ مُہم چلائی جائے اور عوام کو جہاں ذرائع ابلاغ اور اجتماعات وغیرہ کے ذریعے اس صُورتحال کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا جائے وہاں ذاتی اور گروہی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر قانون کو سختی کے ساتھ حرکت میں لایا جانا چاہیئے۔ قومی مفادات کو بہر صورت ہر چیز پر ترجیح دینے کی ضُرورت ہے۔

نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم

محبوب الٰہی عطاؔ

رب کے حبیب ، سیّدِ ابرار آپ ہیں
خالق کو جن کی ذات سے ہے پیار آپ ہیں

جس کا بدل نہیں کوئی دونوں جہان میں
خالق کا دو جہاں میں وہ شہکار آپ ہیں

ہے آپ ہی کی ذات مُبارک خُدا کے بعد
جو کُچھ خُدا کے بعد ہیں ، سرکار! آپ ہیں

مرضی ہو کیوں نہ آپ کی پھر مرضیٔ خُدا
جب ذاتِ کردگار کے دلدار آپ ہیں

کُل اختیار آپ کو اللہ نے دیئے
قُدرت کے کاروبار کے مُختار آپ ہیں

پھر کیوں نہ عاصیوں پہ ہُوں خالق کی رحمتیں
جب عاصیوں کے مُونس و غمخوار آپ ہیں

کیوں کر عطاؔ کو رنج ہو بخشش کا یا رسول
محشر میں جب عطاؔ کے طرفدار آپ ہیں

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیرُ القرآن الحسنیّہ

مُدیرِ اعلیٰ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (۱۵۳)
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (۱۵۴)
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ
وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (۱۵۵) الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ
اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (۱۵۶) اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (۱۵۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو، بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی (نُصرت) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۱۵۳) اور تم اس شخص کو مُردہ نہ کہو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (لڑتے ہوئے) قتل (شہید) کیا جائے بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں (اُن کی زندگی کا) شعور نہیں (۱۵۴) اور ضرور بالضرور ہم تمہیں کچھ خوف سے، بھُوک سے، اموال کی کمی سے، جانوں کے نُقصان سے اور پھلوں کے (گھاٹے سے) آزمائیں گے اور (اے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے (۱۵۵) (صبر کرنے والے) وہ لوگ ہیں کہ جب اُن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو (فوراً) کہہ دیتے ہیں کہ بے شک (ہماری یہ زندگی) اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لئے ہی ہے اور یقیناً ہم اُسی اللہ تعالیٰ کے حضور میں دوبارہ پیش ہوں گے (۱۵۶) یہ لوگ وہی ہیں جن پر ان کے رب تعالیٰ کی طرف سے بخششیں اور رحمتیں ہیں اور یہی ہدایت پانے والے ہیں (۱۵۷)

حلِ لُغت: اِسْتَعِیْنُوْا: جمع مذکر امر کا صیغہ ہے 'مدد چاہو'، اس کا مصدر استعانت ہے جس کے معنی مدد چاہنا کے ہیں۔ خَوْف: ڈر۔ جُوْع: بھوک پیاس۔ اَمْوَال: مال کی جمع ہے۔ اَصَابَتْهُمْ: پہنچے ان کو، اصابہ اس کا مصدر ہے جس کے معنی کسی دُکھ، درد یا خوشی کا پہنچنا کے ہیں۔ عموماً تکلیف کے پہنچنے کے وقت استعمال ہوتا ہے۔ صَلَوٰتٌ: درود، بخشش

صَلٰوۃ کی جمع ہے۔

تفسیر: ہجرت اور تحویلِ قبلہ کے بعد یہودیوں، نصرانیوں، مُشرکین مکہ اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی اسلام دُشمنی نکتۂ عروج کو پہنچ چکی تھی۔ ان دُشمنانِ اسلام نے اب سوائے مُنافقت، سازشوں اور جنگ و جدل کے کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی۔ جناب سیّد الرسل، خاتم الانبیاء، ذُوالقبلتین حضرت محمد مُصطفیٰ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دُشمنوں کے مُقابلے میں جہاد کرنے کے لئے تیاری کا حکم دیا اور اس جہاد کی راہ میں جتنی بھی مُشکلات اور تکالیف آسکتی تھیں اُن سے آگاہ کیا اور اُن کو عبادت، صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کرنے کی راہ بتائی اور اُن تمام مُصیبتوں پر عبادت اور صبر کے ذریعہ غلبہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی جب ایک مُسلمان پر چاروں طرف سے مُصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کا علم لے کر میدانِ جہاد میں نکلتا ہے تو بھوک، پیاس، مال و دولت کا نقصان، پھلوں کا گھاٹا، جانوں کا تلف ہونا یہ سب مصیبتیں اس پر آن پڑتی ہیں مگر وہ توحید پرست اور اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانبردار صرف اور صرف عبادت کے ذریعے صبر و استقامت کے ساتھ ان تمام تکالیف اور مُشکلات پر مدد چاہتا ہے۔ کیونکہ جس توحید کا وہ علمبردار ہے وہی اللہ جل جلالہٗ اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلے سے ان تمام مُشکلات پر مدد، فتح و نصرت اور استقامت عطا فرمانے والا ہے اور اس عبادت اور صبر کی مدد سے ان کُفار پر غلبہ عطا فرمانے والا ہے۔ اور جب اس قسم کی کوئی مُصیبت ان صابرین کو پہنچتی ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے اور وہ فوراً مزید اقرار کرتے ہیں کہ ہماری زندگی خالص اُسی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے ہے اور ہم نے پھر بھی مرنے کے بعد دوبارہ اسی اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ یہی وہ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قدوسی جماعت تھی جس کو اللہ جل جلالہٗ نے اپنی نوازشوں، عنایتوں اور رحمتوں سے سرفراز فرمایا اور یہی وہ پاکیزہ نفوس تھے جو کہ ہدایت پا کر اپنی منزلِ مقصود کو یعنی فتح و نُصرت کو پہنچ گئے اور اسی طرح رہتی دنیا تک اپنی صبر و استقامت کے انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔ نیز قیامت تک جو بھی مُسلمان ان کے نقشِ قدم پر چلے گا وہ بھی ان نوازشوں اور نعمتوں سے سرفراز ہو گا۔

ان آیات کریمہ میں اللہ جل جلالہٗ نے ان حضرات کے مُتعلق جو اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کے لئے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان کا ہدیہ بھی میدان

جہاد میں پیش کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی اس عظیم قربانی کو قبول فرماتے ہوئے ان کو یہ اعزاز عطا فرماتا ہے کہ یہ اس عارضی زندگی کے بدلے ایسے گرامیٔ مرتبت اصحاب کو حیات جاودانی عطا فرما دیتا ہے وہ ایک ایسی حیات جاودانی ہے جس کو یہ مادہ پرست نہیں سمجھ سکتے انکو رزق بھی دیئے جاتے ہیں، ان کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ ان پر عنایتوں اور بخششوں کی مزید بارش ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ظاہر پرست ان کی اس زندگی کو نہیں سمجھ سکتے مگر ہاں وہ صاحبان قُربِ الٰہی جو ان نعمتوں سے سرفراز ہیں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت و اطاعت کے ذریعے ان کے مقامات عُلیا سے واقف ہیں۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ اسی لئے تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں میدانِ جہاد میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں یہاں تک کہ ۱۰ مرتبہ ایسا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت بیہقیٔ وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان الله يعطي لارواحهم قوة الاجساد فيذهبون من الارض والسماء والجنة حيث يشاؤن و ينصرون اولياء هم ويدمرون اعداء هم ان شاء الله تعالي و من اجل ذلك الحيوة لاتاكل الارض اجسادهم ولا اكفانهم [1] (شُہداء کے زندہ ہونے کے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ارواح کو جسم کی سی قُوّت عطا فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے وہ زمین، آسمان جنت سب جگہ کی سیر کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اِسی حیات کی وجہ سے زمین ان کے بدن اور کفن کو نہیں کھاتی۔

شہید دو قسم کا ہوتا ہے، ایک حقیقی اور دوسرا حکمی۔ حقیقی شہید وہ ہے جو تیز ہتھیار سے ظلماً مارا گیا ہو اور اس کے قتل سے مال بھی واجب نہ ہوا ہو یا معرکۂ جنگ میں مُردہ اور زخمی پایا گیا ہو اور اس نے کُچھ آسائش نہ پائی۔ اس پر یہ احکام ہیں کہ نہ اس کو غسل دیا جائے نہ کفن، اپنے کپڑوں میں ہی رکھا جائے اسی طرح اس پر نماز پڑھی جائے، اسی حالت میں دفن کیا جائے۔ یہاں مُراد یہی حقیقی شہید ہے۔ (جاری ہے)

---

[1] تفسیر مظہری، جلد اول، مطبع اشاعۃ العلوم حیدر آباد دکن، ص ۱۵۲

گذشتہ سے پیوستہ

انوارِ علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم

مدیرِ اعلیٰ

ذکر اشقي النّاس

اس باب میں اس ارشاد گرامی کا ذکر ہے کہ "آیا میں تمہیں بہت ہی بدبخت شخص کو نہ بتاؤں" تشریح: یعنی وہ بدبخت آدمی جو کہ سیّدنا امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو شہید کرے گا۔

حدیث نمبر ۱ / ۱۵۲: اخبرني محمد بن وهب ابن عبد الله بن سماك قال حدثنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن اسحاق عن يزيد بن محمد بن خثيم عن محمدبن كعب القرظي عن محمدبن خثيم عن عمار بن ياسر رضي الله تعالي عنه قال كُنْتُ اَنَا وَ عَلِيٌّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَفِيقَيْنِ فِيْ غَزْوَةٍ فلمّا نَزَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ وَ اَقَامَ بِهَا رَاَيْنَا اُنَاسًا مِنْ بَنِيْ مُدْلِجٍ يَعْمَلُوْنَ فِيْ عَيْنٍ لَهُمْ اَوْفِيْ نَخْلٍ لَهُمْ فَقَالَ لِيْ عَلِيٌّ يَا اَبَا يَقْظَانَ هَلْ لَكَ اَنْ تَأْتِيْ هٰؤُلَاءِ فَتَنْظُرَ كَيْفَ يَعْمَلُوْنَ قَالَ قُلْتُ اِنْ شِئْتَ فَجِئْنَا هُمْ فَنَظَرْنَا اِلَي عَمَلِهِمْ سَاعَةً ثُمَّ غَشِيَنَا النَّوْمُ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَ عَلِيٌّ حَتّٰي اضْطَجَعْنَا فِيْ ظِلِّ سُوْرٍ مِنَ النَّخْلَةِ فِيْ دَقْعَاتٍ مِنَ التُّرَابِ فَنِمْنَا هُوَ اللّٰهِ مَا اَنْبَهَنَا اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وسلم يُحَرِّكُنَا بِرِجْلِهٖ فقد تَرَّبْنَا مِنْ تِلْكَ الدَّقْعَاتِ الَّتِيْ نِمْنَا عَلَيْهَا فَيَوْمَئِذٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا اَبَا تُرَابٍ لِمَا يَرَي مِمَّا عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِاَشْقَي النَّاسِ قُلْنَا بَلٰي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اُحَيْمِرُ ثَمُوْدَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ وَ الَّذِيْ يَضْرِبُكَ يَا عَلِيُّ عَلٰي

هٰذِهٖ وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى ضَرْبَةٍ حَتّٰى تَبُدَّ مِنْهَا هٰذِهٖ وَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ۔

ترجمہ: عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور علی بن ابی طالب ایک جہاد میں ہمسفر تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مقام پر اترے اور ٹھہرے۔ (وہاں پر) ہم نے بنی مُدلج کے لوگوں کو دیکھا وہ اپنی نہر یا کھجوروں (کے باغ) میں کام کر رہے تھے تو (جناب) علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھے فرمایا کہ اے ابا یقظان! کیا تیری مرضی ہے کہ ان لوگوں کے پاس جا کر تو دیکھے کہ یہ کس طرح کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ تو اس نے کہا اگر آپ کی خواہش ہے تو ہم جا کر ان کے کھیتی باڑی کرنے کو دیکھیں۔ پس ہم نے کچھ دیر ان کی کارکردگی کو دیکھا، پھر ہم پر نیند کا غلبہ ہوا تو میں اور علی المرتضیٰ وہاں سے چلے یہاں تک کہ ہم مٹی کے ڈھیلوں میں لیٹ گئے جو کہ کھجور کی دیوار کے سائے میں پڑے ہوئے تھے۔ پس ہم دونوں سو گئے پس قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی نے ہم دونوں کو نہیں جگایا ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اپنے پاؤں مُبارک سے حرکت دے رہے تھے (جس کی وجہ سے ہم نیند سے بیدار ہو گئے) پس تحقیق ان ڈھیلوں سے جن پر ہم سوئے ہوئے تھے ہمارا تمام جسم مٹی سے اٹ گیا تھا تو اس دن حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ کو فرمایا اے مٹی کے باپ! جب ان پر مٹی مُلاحظہ فرمائی، تو ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں بدبخت انسانوں میں سے ایک بدبخت کی خبر نہ دوں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ضرور بتایئے۔ فرمایا قوم ثمود کا سُرخ وہ شخص جس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں تھیں اور وہ شخص علی جو کہ تمہیں اس مقام پر مارے گا اور مارنے کے مقام پر ہاتھ رکھا یہاں تک کہ تر بتر ہو گی اس کے مارنے سے اور اپنی داڑھی مُبارک پکڑی۔

حلِ لغت: غَشْيٌ اور غُشْيٌ اور غَشَيَانٌ: بے ہوش ہونا، غالب ہونا غشی کا۔ اِضْطَجَعْنَا: ہم لیٹ گئے۔ ظل: سایہ۔ سُوْر: دیوار۔ دَقْعَات: ڈھیلے، خاک نشین ہونا، نَوْمٌ: سونا، نیند کرنا۔ تَرِبْنَا: ہم خاک آلود ہو گئے، مٹی سے اٹ گئے۔

تشریح: ارشاد ہے "ہم نے بنی مُدلج کے لوگوں کو دیکھا" یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جس مقام پر نزولِ اجلال فرمایا وہ بنی مُدلج قبیلہ کے دیہات تھے۔ ارشاد ہے "وہ اپنی نہر یا کھجوروں (کے باغ) میں کام کر رہے تھے" یعنی اپنے باغات کو پانی دے رہے تھے۔

باقی صفحہ ۲۰ پر

دُعا کی حقیقت

مولانا مولوی قاری نصیر الدین
خطیب جامع مسجد سیّد حسن بادشاہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آج کل بہت سے کم علم لوگ دُعاؤں کے مُنکر ہیں حالانکہ دُعا وہ مُقدّس عظیم روحانی عبادت ہے جس میں مخلوق اپنے خالقِ حقیقی و مالکِ حقیقی کے حضور اپنی عاجزی پیش کرتی ہے۔ جس وقت تمام دُنیاوی اسباب مُنقطع ہو جاتے ہیں اور مادی وسائل بھی جواب دے جاتے ہیں تو اس پریشانی کے عالم میں لاشعوری طور پر بندہ اپنے رب کی طرف مُتوجہ ہوتا ہے تو غائب سے اس کی راحت کا سامان پیدا ہوتا ہے اور اس کا دل اطمینان و سکون پکڑتا ہے اور یہ کیوں نہ ہو وہ اپنے رب سے لو لگائے ہوتا ہے اور وہی ذات ہی اُس کی اُمیدوں کا مرکز ہوتی ہے۔ جب بندہ ساری دُنیا کو چھوڑ کر اپنے مالکِ حقیقی کی طرف مُتوجہ ہوتا ہے اور اپنی بے کسی کا اعتراف کرتے ہوئے عبودیت کا منظر پیش کرتا ہے ہاتھ اُٹھا کر دُعائیں مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا و کرم کا اُمیدوار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کے سامنے ہوتا ہے۔

واذا سالك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان (سورۃ البقرہ)

ترجمہ: میرے بندے مجھ سے دُعا مانگتے ہیں تو میں ان کے قریب ہوتا ہوں۔ اُن کی دعائیں قبول کرتا ہوں جب بھی وہ دعا مانگیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمانِ عالیشان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر کوئی وقت مُقرر نہیں فرمایا کہ اس وقت مانگو اور فلاں وقت نہ مانگو یا اس وقت میں دُعا قبول کروں گا اور دُوسرے وقت میں قبول نہیں کروں گا بلکہ فرمایا (اذا دعان) جب بھی مانگوں میں قبول کروں گا خواہ تم ذکرِ الٰہی کے بعد مانگو یا تلاوتِ قرآنِ کریم کرنے کے بعد مانگو، فرض نمازوں کے بعد دُعا مانگو یا سُنن و نوافل پڑھنے کے بعد دعا مانگو، نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد مانگو یا نمازِ جنازہ سے پہلے مانگو بلکہ قُرآنِ کریم میں ایک دُوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

ادعوني استجب لكم (مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا) سورۂ مومن۔

دُعا کی فضیلت و اہمیت:

احادیثِ مُبارکہ میں دُعا کی اہمیت کے بارے میں مدنی تاجدار، احمدِ مُختار، شفیعِ روزِ شُمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مُبارک ہے

الدعاء مخ العبادة (ترمذي) ترجمہ: دُعا عبادت کا مغز ہے۔

ایک دوسرے مقام پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الدعاء سلاح المومن و عماد الدين و نور السموت والارض (حاكم راوي حضرت ابو ہريره رضي الله تعالي عنهٗ)

ترجمہ: دُعا مؤمن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمان و زمین کا نُور ہے۔

دُوسری حدیثِ مُبارکہ میں ہے کہ ارشاد فرمایا نبی مکرم نُورِ مُجسّم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے "کیا میں تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمھیں تمہارے دُشمن سے نجات دے اور تمہارے رزق وسیع کر دے (لہٰذا) رات دن اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے رہو کہ دُعا سلاح مومن (مومن کا ہتھیار) ہے۔ (ابُو یعلیٰ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ)

حضرت ابُو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں عبادت میں دُعا کی وہی حیثیت ہے جو کھانے میں نمک کی (تنبیہ الغافلین)۔

بلکہ تاجدارِ مدینہ، راحتِ سرور قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الدعاء هو العبادة (دُعا ہی عبادت ہے)

دُعا وہ عظیم نعمت ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مرحمت فرمائی حلِ مُشکلات میں اُس سے زیادہ کوئی چیز موثر نہیں اور دافع بلا و آفات میں کوئی بات اس سے بہتر نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "بلا اُترتی ہے پھر دُعا اس سے جا ملتی تو دونوں کشتی لڑتے رہتے ہیں قیامت تک یعنی بلا کو دُعا اترنے نہیں دیتی" (طبرانی، حاکم)

ہم اگر اپنے محُسن آقا نبی مکرم شفیعِ مُعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مُطالعہ کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مُشکل وقت میں دُعا مانگی، ہر آسائش میں اپنے رب کی حمد بجا لائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالیں تو زندگی کے ہر موڑ پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں

کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا

من فتح لہ منکم بالدعاء فتحت بہ ابواب الرحمۃ وما سئال اللہ شیئا احب الیہ من ان یسئال العافیۃ

ترجمہ: جس شخص کے لیے دُعا کا دروازہ کھول دیا گیا گویا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیے گئے۔ اللہ تعالےٰ سے عافیت کا سوال کرنا بہت ہی پسندیدہ ہے۔

دُعا مانگنے والے شخص کو جہاں ذہنی سکون ملتا ہے وہاں اس کو مزید کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ دُعا مانگنے والا شخص عابدوں کے گروہ میں داخل ہوتا ہے کہ دُعا فی نفسہٖ عبادت بلکہ سِرِّ عبادت ہے۔ دُعا مانگنے والا شخص شرع کے حکم کی تعمیل کرتا ہے کہ شارعِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر تاکید فرمائی اور دُعا نہ مانگنے پر غضبِ الٰہی کی وعید سُنائی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو اللہ تعالیٰ سے دُعا نہ کرے اللہ تعالےٰ اس پر غضب فرمائے"

آج ہم لوگ اللہ تعالےٰ سے دُعائیں مانگتے ہیں مگر ہماری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں لیکن ہم نے کبھی بھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

صاحبِ تفسیر "خزائن العرفان" اجیب دعوۃ الداع اذا دعان دُعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دُعا عرض حاجت ہے اور اجابت (قبولیت) یہ ہے کہ پروردگار اپنے بندے کی دعا پر لبیک عبدي فرماتا ہے دلی مُراد عطا فرمانا دوسری چیز ہے کبھی بمقتضائے حکمت کسی تاخیر سے کبھی بندے کی حاجت دُنیا میں روا فرمائی جاتی ہے کبھی آخرت میں کبھی بندے کا نفع دوسری چیز میں ہوتا ہے وہ عطا کی جاتی ہے، کبھی بندہ محبوب ہوتا اس کی حاجت روائی میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ وہ عرصۂ دراز تک دُعا میں مشغول رہے اور کبھی دُعا کرنے والے میں صدق و اخلاص یعنی قبولیت کی شرائط نہیں پائے جاتے لہذا دُعا قبول نہیں ہوتی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا کہ پراگندہ گرد آلود بال لمبے لمبے سفر کرتا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے اے میرے رب (یعنی دُعا کرتا ہے حالانکہ حالت اس کی ایسی ہے کہ) اس کا کھانا حرام اور پینا حرام لباس حرام اور حرام ہی کی غذا پاتا ہے تو ان وجوہ سے دُعا کیسے قبول ہو (مسلم شریف)

اس لئے صُوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دُعا کے دو بازو ہیں (پر ہیں) اکلِ حلال اور صدقِ

مقال ۔ یعنی حلال کھانا اور سچ بولنا اگر دُعا ان دو باتوں سے خالی ہو تو قبول نہیں ہوتی ۔

دُعا مانگنے کا طریقہ و آداب :

دُعا ہمیشہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ مانگنی چاہیئے ۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

ادعو ربکم تضرعا و خضیۃ انہ لا یحب المعتدین (سورہ الاعراف)

ترجمہ : اپنے رب سے دُعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۵)

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

ان اللہ یحب الملحین في الدعاء

ترجمہ : بے شک اللہ تعالٰی دُعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے ۔

دُعا ہمیشہ حاضریٔ قلب اور خشوع کے ساتھ مانگنی چاہیئے گویا کہ اللہ تعالٰی کی ذات اس کے سامنے ہے کیونکہ غافل دل والے کی دُعا بھی قبول نہیں ہوتی ۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دُوسری جگہ ارشاد فرمایا

"خبردار رہو ، بے شک اللہ تعالٰی دُعا قبول نہیں فرماتا کسی غافل کھیلنے والے دل کی"

دُعا کے وقت قبلہ رو اور باوضو ہو مگر مجلس میں عُلماء و مشائخ کا رُخ لوگوں کی طرف اور لوگوں کا ان کی طرف ہو ۔ دُعا کرتے وقت نگاہ نیچی رکھے ورنہ معاذ اللہ زوال بصر یعنی آنکھ کی بینائی زائل ہونے کا اندیشہ ہے ۔

دُعا کے وقت دونوں ہاتھ کُھلے رکھنے چاہئیں ، کپڑے وغیرہ سے پوشیدہ نہ ہوں اعلیٰ حضرت مُفتی احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ایک بُزرگ شاید حضرت ذُوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے دُعا میں سردی کے سبب صرف ایک ہاتھ نکالا تھا ۔ الہام ہوا ایک ہاتھ اُٹھایا ہم نے اس میں رکھ دیا جو رکھنا تھا دُوسرا اُٹھاتا تو اسے بھی بھر دیتے ۔

دُعا کے لئے اول آخر حمدِ الٰہی بجالائے کہ اللہ تعالٰی سے زیادہ کوئی اپنی حمد کو دوست رکھنے والا نہیں ۔ تھوڑی حمد پر بہت راضی ہوتا ہے اور بے شمار عطا فرماتا ہے ۔ اول و آخر نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم اور اُن کی آل اصحاب پر درود بھیجے کہ درود اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں مقبول ہے ۔

نبی رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے۔

الدعاء محجوب عن اللہ حتي يصلي علي محمد و اهل بيته

ترجمہ: دُعا اللہ تعالیٰ سے حجاب میں ہے جب تک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود نہ بھیجا جائے"

دُعا شروع کرے تو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ سے اللہ عزّوجل کو پُکارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسمِ پاک اَرْحَمُ الرَّاحِمِین پر ایک فرشتہ مُقرر فرمایا ہے کہ جو شخص اسے تین بار کہتا ہے فرشتہ ندا کرتا ہے مانگ کہ ارحم الراحمین تیری طرف مُتوجہ ہو۔ ترمذی شریف میں ہے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ذوالجلال والاکرام کے کلمات کو اپنے اوپر لازم کرلو۔

جب بھی دُعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور اسی کی کتابوں خصوصاً قرآنِ حکیم اور ملائکہ و انبیاء کرام بالخصوص شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین، سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیھم اجمعین کے وسیلے سے دُعا کریں کہ محبوبانِ خُدا کے وسیلے سے دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اسی طرح اپنی زندگی کا وہ عمل جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہو اس کے ذریعے توسل کریں اور نیک عمل کا وسیلہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کرنا جائز ہے اور اسی طرح محبوبانِ خُدا کے وسیلے سے دُعا کرنا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

حضور عالم اولین و آخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ

اللھم اني اسئلك و اتوجه اليك بمحمد نبي الرحمة يا محمد اني قد لو

جهت بك الي ربي لتقضيٰ اللھم فشفعه لي (ابن ماجہ)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبیؐ رحمت حضرت مُحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے مُتوجہ ہوتا ہوں۔ اے مُحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کی تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے اے اللہ! میرے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔ دُعا کرنے کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرنے چاہئیں کہ وہ خیر و برکت جو دُعا کے ذریعہ حاصل ہوئی اشرف الاعضاء یعنی چہرہ سے ملاقی ہو۔ حضرت ابن

کر دُعا و سوال کرو تو (دعا کے بعد) انہیں مُنہ پر پھیر لو کہ اللہ تعالیٰ حیا و کرم والا جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے اور سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خالی ہاتھ پھیرنے سے حیا فرماتا ہے پس اس خیر کو اپنے چہروں پر مسح کرو۔ یعنی ربِ کریم ہاتھ خالی نہیں پھیرتا۔ یا تو وہی خیر جس کی طلب کی گئی ہو یا دوسری نعمت بتقاضائے حکمت مرحمت فرماتا ہے لہٰذا بنظر اس نعمت و برکت کے دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا مقرر ہوا۔

آج کل بہت سارے لوگ دُعاؤں کے منکر ہیں حالانکہ اگر وہ احادیث مُبارکہ کا مطالعہ کریں تو ان کو پتہ چلے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کن کن مواقعوں پر دُعائیں کیں۔

کن لوگوں کی دُعا قبول ہوتی ہے

(۱) مظلوم و مقہور آدمی کی دُعا ہرگز رد نہیں کی جاتی اگرچہ فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) مُسلمان بھائی کے لئے پس پشت مانگی جانے والی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے اور فرشتے آمین کہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ تیرے لئے بھی ایسی دُعا ہوں۔

(۳) نیک بیٹے کی والدین کے لئے دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بعد از وفات بندے کے درجات بلند کردیئے جائیں گے وہ عرض کرے گا یا اللہ ایسا کیوں ہوا؟ تو اُسے کہا جائے گا۔ بدعاء ولدك تیرے بیٹے کی دُعا کی وجہ سے۔

عُلماءِ کرام فرماتے ہیں کہ دعا کی اچھائی میں یہ بات شامل ہے کہ اپنے مُسلمان بھائی کے لئے دُعائیہ کلمات خاص کرے جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا میں فرمایا اے اللہ عُبید بن عامر کے گُناہ معاف فرما، اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گُناہ معاف فرما۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا اے اللہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے رزق میں برکت عطا فرما اس کو زیادہ اولاد اور زیادہ مال عنایت فرما۔ آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں نہایت عاجزی کے ساتھ یہ دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبیٔ مکرم شفیعِ مُعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکت پر کروڑوں درود سلام بھیج اور اپنے نیک بندوں کے طفیل ہماری بخشش فرما۔

آمین بجاہ النبی الاُمین صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علیہٖ وآلہٖ وسلّم

غزل

پروفیسر مرتضےٰ سیّد

بارش اِسی طرح سے برستی رہی اگر
بہہ جائیں گے سبھی میری بستی کے کچے گھر

ہم جس کے شوقِ دید میں مصلوب ہو گئے
آیا نہ دیکھنے کو تماشا وہ بام پر

جس نے نظر اُٹھائی وہ پتھر کا ہو گیا
ہم آ گئے کہاں، ہے یہ کس شوخ کا نگر

ہے دشتِ بے اماں میں کڑی دھوپ کا سفر
بادل کی اوٹ ہے نہ کہیں سایۂ شجر

گو جامِ زہر ہنس کے لبوں سے لگا لیا
اہلِ وفا کا جبر کے آگے جُھکا نہ سر

صدیوں پہ تھا محیط وہ اک لمحۂ بسیط
پہلے پہل ملی تھی جب اس شوخ سے نظر

پیر سائیں حضرت غلام محمد امام جلوی

علاءُ الدین عدیم

امام العارفین ، اکمل الکاملین ، مُفسر اسرارِ المقطعات ، مُحقق اعظم پیر سائیں حضرت غلام مُحمد المعروف بہ امام جلوی کا سالانہ عُرس مُبارک مورخہ ٣ - ۴ اکتوبر ١٩٩٨ء کو آستانۂ عالیہ جلویہ فیصل آباد میں نہایت عقیدت اور احترام سے منایا گیا ۔ اس ۴۲ ویں عُرس پاک کا اہتمام سجادہ نشین صاحبزادہ پیر محمد نیاز حُسین حیدر جلوی صدر علماء و مشائخ کونسل پاکستان نے کیا تھا جس میں پنجاب کی مُقتدر روحانی شخصیات اور زُعماء کے علاوہ ڈاکٹر مُحمد عطاء اللہ خان جلوی قادری خلیفہ خاص حضرت امام جلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے پشاور اور لاہور کے ارادتمندوں کے ہمراہ عُرس پاک کی دو روزہ تقریبات میں شرکت فرمائی جبکہ آخری روز بعد از ختم شریف و صلوٰۃ و سلام دوسری چادروں کے ساتھ ہی ایک چادر خادمان و غُلامانِ سلسلہ جلویہ پشاور صوبہ سرحد کی طرف سے بھی مزارِ اقدس امام پاک امام جلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ چڑھائی گئی ۔

حضرت امام جلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سوانحی حالات مُختصراً گُذشتہ سال پندرہ روزہ "الحسن" پشاور کے ایک شمارہ میں نذرِ قارئین کئے جا چکے ہیں ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عُرس مبارک کی مُناسبت سے یہاں ان کی حیاتِ عالی صفات عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ،مسلکِ وحدۃ الوجود اور تعلیمات و تصنیفات کے بارے میں اجمالاً کچھ ذکر مقصود ہے ۔

ایک روایت کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت کمالیہ کے قریبی گاؤں مخدوماں شریف میں ١٨٩٣ء / ١٣١٢ھ میں ہوئی تھی ۔ آپ کے والد ماجد میاں مُحمد فاضل نورنگ شاہ میں قیام پذیر رہے ۔ بعد ازاں ۵۰ برس تک حضرت پیر سیّد قُطب علی شاہ بخاری قدس سرہ العزیز پیر محل شریف کے مُختار عام رہے ۔ حضرت امام جلوی مادر زاد ولی تھے ، ابھی پیدائش مُبارک نہیں ہوئی تھی کہ ایک دراز قد ، وجیہہ شکل و صورت کے نُورانی بزرگ جبہ زیب تن کئے ہوئے گھر تشریف لائے ، صدا لگائی اور بلند آواز میں بچے کی پیدائش کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا " یہ فقیروں اور عارفوں کا شہنشاہ ہو گا اور اس کی نشانی اس کی دائیں ران پر سیاہ نشان ہو گا " اتنا کہہ کر وہ دروازہ سے غائب ہو گئے اور پھر تلاشِ بسیار کے بعد بھی نہ ملے ۔ آپ کی

والدہ ماجدہ کا فرمانا ہے اس دُنیا میں آپ کی تشریف آوری ہوئی تو وہی نشان عین اسی ران پر موجود تھا۔

سن شعور کو پہنچے تو ابھی عمر مُبارک بارہ تیرہ سال ہی تھی کہ سیّد السادات جامع کمالات، فخرِ علوم سُبحانی حضرت سیّد شیر محمد شاہ المعروف سائیں شیرن پاک گیلانی فتح پور شریف کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور پھر ۱۸ سال کا طویل عرصہ انہی کے پاس گزار دیا۔ فتح پور کو اپنا اصل مسکن اور حقیقی وطن بنا لیا۔ اپنے گاؤں تشریف لے جاتے تو قصر نماز ادا کرتے اور فتح پور شریف میں پُوری نماز ادا فرماتے۔

اپنے مُرشد اور دادا پیر قطب الاقطاب سیّد قطب علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دستارِ خلافت سے نوازا تو جلوانہ شریف میں جا کر قیام فرمانے کا حکم ہوا۔ وہاں تشریف لے گئے اور تا وصال وہیں رہے۔ یہاں دعوت و ارشاد کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور تقریباً ۲۰ سے زائد کتب تصنیف فرمائیں ان میں "اسرار المقطعات" اور "تحقیق العارفین" خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ آپ علم لدنی کے مالک تھے۔ مسئلۂ وحدۃ الوجود، رضا بالقضا، توکل، عشق اور توحید کے بارے میں شریعتِ مُطہرہ کے دائرہ کے اندر قرآن و حدیث کی روشنی میں ایسی مُفصل مُدلل تقریر و تحریر فرماتے کہ تاریک اور زنگ آلود دلوں کو بھی مُنور کر دیتے۔ آپ کا سلسلہ قادریہ ہے، شجرہ طریقت ۲۷ واسطوں کے بعد پیرانِ پیر دستگیر حضرت شیخ محبوبِ سُبحانی سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے جا ملتا ہے۔ آپ کا وصال ۴ شوال ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء میں بمقام جلوانہ شریف ہوا۔ "اسرار التوحید" کے نام سے تین جلدوں میں آپ کے ملفوظات کتابی صُورت میں مرتب ہو کر چھپ چکے ہیں۔ آپ کی زندگی مُبارک میں ہی آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کی نادر روزگار تصنیف "فتوحات مکیہ" کا ایک خلاصہ بھی مُرتب فرما لیا تھا جو قلمی صُورت میں صاحبزادگان کے پاس موجود ہے جس کا اُردو ترجمہ اور طباعت تاحال نہیں ہو سکی۔

آپ کی دیگر تصنیفات کے علاوہ ایک مجموعہ مکاتیب بھی شائع ہو چکا ہے جس کا عنوان عربی میں "یقون من رحیق مختوم" ہے۔ مختلف مواقع پر آپ نے اپنے معتقدین کو ان کے مُختلف اشکالات کے بارے میں جو خطوط تحریر فرمائے تھے۔ یہ مجموعہ ان پر مُشتمل ہے اس میں ۴۳ مکاتیب شامل ہیں۔ صفحہ ۱۷۶ پر فیاض حسین نامی ایک شخص کو اپنے

طویل خط میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ذیلی عنوان کے تحت یوں رقمطراز ہوئے ہیں " اللہ تعالیٰ کی تعریف کما حقہٗ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف فرمائی وہی اس کے شایان شان ہے جب مُشرکین مکّہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سوال کیا کہ صف لنا ربك ہمارے لئے اپنے رب کی صفت بیان کر تو اللہ تعالیٰ نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ نازل فرمایا اور حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سورۂ اخلاص کی تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ، قُلْ امر کا صیغہ ہے جو عین جمع سے مظہر تفصیل پر وارد ہے اور ھُو حقیقت احادیت صرفہ سے عبارت ہے ۔ یعنی ذات بلا اعتبار صفات جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللّٰہ ھو سے بدل ہے ۔ اور وہ اسمِ ذات مع جمیع صفات ہے اور یہ ابدال (بدل لانا) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صفاتِ زائد بر ذات نہیں ہیں بلکہ وہ عینِ ذات ہیں فرق صرف عقلی ہے اور اسی لئے اس کا نام سورۃ الاخلاص ہے کیونکہ اخلاص کا معنی حقیقت احدیہ کا شائبہ کثرت سے خالص کرنا ہے جیسا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اخلاص کا کمال اس سے صفات کی نفی میں ہے ۔ کیونکہ ہر صفت غیر موصوف ہونے پر اور ہر موصوف غیر صفت ہونے پر شاہد ہے ۔ اور خبردار کہ جس نے کہا کہ اللہ کی صفات نہ اس کا عین ہیں نہ غیر ۔ اس کا یہ معنی ہے کہ باعتبارِ عقل عین نہیں ہیں اور باعتبارِ حقیقت غیر نہیں ہیں اور اَحد اور وَاحِد میں یہ فرق ہے کہ احد ذات صرف بلا اعتبارِ کثرت ہے یعنی حقیقة محضه جو منبع عين الكافوري بلكه بنفسه عين الكافوري ہے (ذات محض کو عين الكافور اس لئے کہتے ہی کہ کافور کی خوشبو سب پر غالب ہے ۔ نیز اس کی غایتِ مزہ کو کوئی نہیں پہنچتا ۔ ایسے ہی ذات بحت مجہول الکیفیت ہے اور ہر شے اس میں ہلاک ہے) اور وہ وجود من حیث ھو وجود ہے جس میں عموم اور خصوص کی قید اور عروض و لا عروض کی شرط نہیں ہے ۔ اور واحد ذات مع اعتبار کثرت صفات کا نام ہے اور یہ حضرت اسمائیہ ہے کیونکہ اسمِ ذات مع الصفت کو کہتے ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ نے حقیقۃ محضہ غیر معلومہ کو ھو کے ساتھ تعبیر فرمایا اور حقیقۃ محضہ سے ذات مع جمیع الصفات کو بدل کیا تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ صفات در حقیقت عین ذات ہیں ۔ پھر حقیقت محضہ کی خبر احدیت کے ساتھ دی تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ کثرتِ اعتباریہ دراصل کوئی شے نہیں اور اس نے احادیث کو کوئی نقصان

نہیں پہنچایا اور نہ وحدت میں کوئی اثر کیا ہے۔ بلکہ بحسب حقیقت حضرت واحدیت عین حضرت احدیت ہے۔ مثلاً جیسے سمندر میں قطرات کا توہم ہے۔

اَللّٰہُ الصَّمَد یعنی ذات حضرت واحدیت میں اسماء کے اعتبار سے تمام اشیاء کے لئے سَندِ مُطلق ہے کیونکہ ہر ممکن اس کی طرف مُحتاج اور اس کے ساتھ موجود ہے پس وہ غني مُطلق ہے جس کی طرف ہر شے مُحتاج ہے جیسا کہ فرمایا واللہ الغني وانتم الفقراء اور جب ہر شے اسی کے وجود سے موجود ہے اور بذات خود کوئی شے نہیں کیونکہ امان لازم ماہیت کے لئے وجود کا مقتضی نہیں ہے پس وجود میں کوئی شے اس کی مجانس اور مُماثل نہیں ہے۔ لَمْ یَلِدْ اس لئے کہ معلومات بذاتِ خود موجود نہیں بلکہ اسی کے ساتھ ہیں اور بنفسہا لاشی ولم یولد واسطے صمدیتِ مطلقہ کے ہے۔ پس وہ وجود میں کسی شے کا محتاج نہیں ہے اور چونکہ ہویت احدیۃ کثرت و انقسام کو قبول نہیں کرتی اور وحدتِ ذاتیہ کی مقارنت اس کے غیر سے ناممکن ہے کیونکہ وجود کے سوا عدم محض ہے۔ پس کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَد: اس لئے کہ عدم صرف وجود محض کی برابری نہیں کر سکتا اور اسی واسطے اس کا نام سورۃ الاساس ہے کیونکہ دین کی بُنیاد توحید پر ہے انتہیٰ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف میں فرمایا ہے والھکم الہ واحد یعنی تمہارا ایک ہی معبود ہے۔ اسی کی تفسیر میں شیخ الاکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں و معبودکم الذي خصصتموہ بالعبادۃ ایھا الموحدن معبود واحد الذاب واحد مطلق لاشي في الوجود غیرہ ولا وجود سواہ فیعبد فکیف یمکن کم الشرک بہ سمیرہ العدم الجت ولاشرک الا الجھل بہ۔ یعنی تمہارا معبود جس کو تم نے اپنی عبادت کے لئے خاص کر لیا ہے اے موحدو معبود واحد بالذات ہے واحدِ مُطلق ہے وجود میں اس کا غیر کوئی شے نہیں ہے۔ اور نہ اس کے سوا کوئی موجود ہے جس کی عبادت کی جائے پس خُدا کے ساتھ تمہارا شرک کس طرح ممکن ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا غیر عدمِ محض ہے پس اس سے جاہل ہونا ہی شرک ہے۔

اور قولہ تعالي اني انا للہ لا الہ الا انا کی تفسیر میں فرمایا اي انني الواحد المؤصوف لجمیع الصفات لم اتکثر ولم یتعدد انا نیتي واحدیتي بکثرۃ

المظاہر و تعدد الصفات یعنی البتہ میں واحد موصوف تمام صفات کے ساتھ ہوں ۔ میری انانیت اور احادیث مظاہر کی کثرت اور صفات کے تعدد سے متکثر اور متعدد نہیں ہوتی ۔

اور قولہ تعالیٰ الا انہ بکل شي محیط کی تفسیر میں فرمایا لا یخرج عن احاطة شي و الالم یوجد اذ حقیقة کل شي عین علمه تعالیٰ وجوده به و عمه عین ذاته و ذاته عین وجوده فلا یخرج شیي عن احاطة ولا وجود لغیره ولا عین ولا ذات کل شیي هالك الا وجهه یعنی اس کے احاطہ سے کوئی شے خارج نہیں ہے ورنہ وہ شے پائی ہی نہ جائے کیونکہ ہر شے کی حقیقت عین علم ہے اور اس کا وجود اس سے ہے اور علم اس کا عین اسی کی ذات ہے اور ذات اسی کی عین اس کا وجود ہے پس کوئی شے اس کے احاطہ سے باہر نہیں ہے ۔ اس لئے کہ اس کے غیر کا نہ وجود ہے نہ عین نہ ذات ہر شے اس کی ذات کے سوا الآن ہلاک ہے ۔

بقیہ : انوارِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم

یا باغات میں زمینداری میں مصروف تھے اپنے کام کاج کر رہے تھے ۔ ارشاد ہے "اے ابا یقظان" یعنی ابا یقظان جناب عمار بن یاسر کی کُنیت ہے ۔ ارشاد ہے "حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ کو فرمایا "اے مٹی کے باپ" یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی کنیت "ابوتراب" مشہور ہوگئی ۔ ارشاد ہے "قوم ثمود کا سُرخ وہ شخص جس نے اونٹنی کا کھچیں کاٹ دی تھیں" یعنی بدبخت انسانوں میں قوم ثمود کا وہ سرخ بدبخت انسان تھا جس نے جناب صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کھچیں کاٹ دی تھیں ۔ ارشاد ہے "یہاں تک کہ تربتر ہوگی اس نے مارنے سے اور اپنی داڑھی مُبارک پکڑی" یعنی جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مُخاطب فرما کر ارشاد فرمایا ۔ اے علی وہ شخص انتہائی بدبخت ہے جو تجھے مارے گا اور تیری داڑھی خون سے تربتر ہو جائے گی اور مارنے کا مقام اپنے دستِ مُبارک سے بتایا۔ اس ارشاد گرامی سے دو امر روز روشن کی طرح ثابت ہو رہے ہیں ۔ ایک تو حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا غیب کی خبر دینا اور ایسی غیب کی خبر دینا جو کہ تقریباً تیس یا پینتیس سال بعد وقوع پذیر ہو رہے ہیں اور دُوسرا جناب سیّدنا امیرالمومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ الکریم کی شہادت ۔ کتنا بدبخت ترین تھا وہ شخص جس نے جناب امیرالمومنین سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم کو شہید کیا ۔ (جاری ہے)

استفتاء

(مُردوں کو ایصالِ ثواب)

مُفتی خلیل الرحمان قادری نقشبندی
مُہتمم دارالعلوم شیر ربانی حاجی آباد شکرپورہ روڈ پشاور

حضرات عُلماءِ دین شرعِ متین کی خدمت میں استدعا ہے کہ بعض لوگ صدقات و خیرات کرتے ہیں اور اس کا ثواب مُردوں کو بخشتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مُردوں کو ان خیرات، صدقات سے کچھ فائدہ ملتا ہے یا کہ نہیں چونکہ بعض لوگ اس کے مُنکر ہیں ان کا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد مُردوں کو صدقہ، خیرات، ختم قرآن وغیرہ کا کوئی ثواب نہیں ملتا اور دلیل کے طور پر قرآن کی آیت شریف وان لیس للانسان الا ما سعي (سورۃ النجم پارہ ۲۷) یعنی انسان کو اپنے ہی اعمال کی سزا یا جزا ملے گی نہ کہ غیر کے اعمال کی۔ مہربانی فرما کر مسئلہ ھذا کی تفصیل سے وضاحت فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتي: صاحبزادہ نعیم الرحمان، افغان کالونی پشاور شہر۔

الجواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً

سائل کو معلوم ہونا چاہئیے کہ مسئلہ مسئولہ میں بین العلماء اختلاف موجود ہے لیکن جہاں تک قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، آثار و معمولات صحابۂ کرام سے ثابت ہے تو یہ ہے کہ اموات کو صدقہ و خیرات اور زندوں کی دُعا سے نفع ضرور ملتا ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور مسلک ہے فی زمانہ جو لوگ اس کے مُنکر ہیں وہ نجدی وہابی کے پیروکار ہیں کیونکہ وہ اسے بدعت، ناجائز وغیرہ کہتے ہیں جو بالکل غلط اور غیر صحیح ہے اور مسلکِ عُلماء جمہور کے خلاف ہے۔ "سیف المقلدین" میں ہے

سوال: چہ میفرمایند علماء دین و حاملان شرعِ مبین در ایصال ثواب باموات از عبادات مالیہ و بدنیہ کہ بارواح ایشاں میرسد یا نہ و بد تقدیر تصحیح الکار زمرہ نجدیہ وہابیہ را چہ جواب است کہ میگویند (وان لي للانسان الا ما سعي) یعنی بدرستیکہ نیست برائے انسان مگر آنچہ سعی

کردی ونیز میگویند (کل نفس بما کسبت رھینۃ) یعنی ہر نفس گروہست باں چہ وے کردہ

الجواب: اقول وباللہ احوال و منہ الرجاء الی الوصول کہ در بارہ اثبات ایصال ثواب بارواح اموات از عبادات مالیہ و بدنیہ ادلہ شرعیہ بکثرت موجود اند و عموم آیت اول مؤول است باینکہ عامل اعمال تاوقتیکہ اعمال خود برائے روحِ میت ہبہ نکند میت را ازاں چیزے نمیرسد چنانچہ می آید و بعضے بطرف نسخ آیت رفتہ اند (سیف المقلدین جلد ۲ ص ۲۷۴)

ترجمہ: سوال :- کیا فرماتے ہیں عُلماءِ دین و حاملان شرع مبین مُردوں کو عبادات مالیہ و بدنیہ سے ایصال ثواب کرنے میں کہ یہ ثواب ارواح اموات کو پہنچتا ہے یا کہ نہیں اور اگر اموات کو ثواب پہنچتا ہے تو گروہ وہابیہ کے انکار کا کیا جواب ہے جو کہتے ہیں (وان لیس الخ) یعنی نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جس کی اس نے خود سعی کی ہے)

وضاحت: مطلب یہ کہ انسان نے اچھے یا بُرے جو بھی اعمال خود کیے ہیں قیامت میں اس کی سزا یا جزا اس کو ملے گی نہ کہ دوسرے کے اعمال کی --- اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنے کیے ہوئے اعمال میں مرہون (گرو) ہے انتہیٰ۔

الجواب: میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اسی سے اُمید ہے حق تک پہنچنے کی ایصالِ ثواب عبادات مالیہ سے ہوں یا بدنیہ سے ارواح اموات کے لئے شرعاً بالکل جائز فعل ہے اور اس کے لئے شرع شریف میں دلائل بکثرت موجود ہیں اور آیت اوّل کے عموم میں تاویل کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ عمل کرنے والا جب تک اپنے عمل کو روح میت کو ھبہ نہ کر دے تب تلک میت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور بعض عُلماء حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ مُصنف "سیف المقلدین" نے یہاں مُنکرین سے سوال کیا ہے اور وہ یہ کہ اگر بقولِ مُنکرین زندوں کے عمل سے مردوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو پھر وہ جنازہ کیوں پڑھتے ہیں؟ کیونکہ جنازہ میں بھی تو مُردہ کے لئے دُعا کی جاتی ہے۔ فافہم و تدبر۔

دُوسری آیت شریف کے بارے فرماتے ہیں (واما الایۃ کل نفس بما کسبت رھینۃ) را چیزے تعلق نیست بابدائے اعمال خود بارواح اموات وغیرہ نہ اقرارست دراں و نہ انکار چہ در آیت مذکورہ حال گرفتاری عاصیان است باعمال مذمومہ خود قطع لحاظ اینکہ از شفاعت و تبرعات غیر فائدہ می یابند یانہ --- فافہم جدا)

ترجمہ: اور آیت شریف کل نفس بما کسبت رھینۃ کا کوئی تعلق نہیں ہے اپنے

اعمال کے ہبہ کرنے سے ارواحِ اموات کے لئے آیت مذکورہ میں نہ اس کا اقرار ہے اور نہ انکار (مُردہ کے لئے ثواب بخشنے یا نہ بخشنے کا) اس لئے کہ آیتِ مذکورہ میں عصاۃ کی گرفتاری کا حال صرف مذکور ہے اپنے اعمالِ مذمومہ کی وجہ سے قطع لحاظ اس کے کہ دوسروں کی شفاعت یا احسان سے مُردوں کو فائدہ ہو گا کہ نہیں۔ **تنبیہ**: اس توضیح سے ثابت ہوا کہ منکرین کا آیاتِ قُرآنی سے عدم جواز صدقات للاموات پر استدلال پکڑنا بالکل غلط اور ناقابل عمل ہے۔

مجیب آگے دلائل جواز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں --- اما دلائل جواز اینکہ نماز جنازہ کہ بر میت میگذارند و جمیع اہلِ اسلام بآں قائل اند و دریں دُعا شامل است چرا کہ برائے بالغ اللھم اغفر لحینا و میتنا الي آخرہ و برائے صغیر اللھم اجعلہ لنا الاخرہ و برائے صغیرہ اللھم اجعلھما لنا الاخرہ خواندہ میشود اگر از اعمال احیاء مر مردگانرا فائدہ نبودے پس شارع علیہ السلام چگونہ روا داشتے و قائم گذاشتے (سیف المقلدین جلد ۲، ص ۲۷۵)

ترجمہ: اور دلائل جواز یہ ہیں کہ نمازِ جنازہ جو میت پر پڑھی جاتی ہے اور تمام اہلِ اسلام اس کے قائل ہیں اس میں دُعا شامل ہے جیسے کہ بالغ کے لئے اللھم اغفر لحینا و میتنا الاخرہ اور نابالغ بچہ کے لئے اللھم اجعلہ لنا الا اور نابالغ لڑکی کے لئے اللھم اجعلھا لنا الي آخرہ پڑھی جاتی ہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ اگر زندوں کے اعمال سے مُردوں کو فائدہ نہ پہنچتا تو شارع علیہ السلام اس سے جائز اور ہمیشہ کے لئے برقرار نہ فرماتے، آگے فرماتے ہیں۔ ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از طرفِ اُمت خود چرا قربانی فرمودند ندے و در کلام ربانی برائے دُعا درحق والدین و دیگر مومنین چگونہ تعلیماً وارد گشتی۔ رب اغفرلي والوالدي وللمومنین یوم یقوم الحساب پس ایں ہمہ اشیاء از اعمالِ میت ہرگز و از ظاہر نص (وان لیس للانسان الا ماسعي) مُخالف است انتہیٰ۔

ترجمہ: پھر یہ کہ اگر زندوں کے اعمال کا ثواب مُردوں کو نہ پُہنچتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس اپنی اُمت کی طرف سے قُربانی نہ فرماتے اور اسی طرح قرآن کریم میں تعلیماً والدین اور دیگر مومنین کے لئے دُعا کے بارے میں ارشاد ربانی ہے (ربنا اغفرلي والوالدي الایہ) آیت شریف وارد نہ ہوتی پس یہ تمام اشیاء عمل میت سے ہرگز نہیں اور ظاہر آیت (وان لیس الخ) کے بھی مُخالف ہیں۔ ان تمام حوالوں اور توضیحات سے ثابت

ہوا کہ زندہ اگر اپنے اعمال کا ثواب مُردوں کو ہبہ کر دیں تو مُردوں کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے۔
آگے چل کر فرماتے ہیں

و در بحر الرائق میگوید (الاصل ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره الي
آخره (سیف المقلدین جلد ۲، ص ۳۸۱)

ترجمہ: اصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے دے اور مسلمانوں میں ابتداء سے الي الان یہ معمول رہا ہے۔ فرماتے ہیں
و در اکثر شہرہا جمع شدن مُسلمانان برائے قُرآن خوانی کہ ثوابش بارواح اموات ہبہ میکنند بغیر انکار از علماء محققین نیز ثابت است چنانچہ قاضی ثناء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ در تذکرۃ الموتی والقبور میگوید حافظ شمس الدین بن عبدالواحد گفت از قدیم در ہر شہر مسلمانان جمع میشوند و برائے اموات قرآن میخوانند (سیف المقلدین ص ۳۸۱)

ترجمہ: اکثر شہروں میں قران خوانی کے لئے مُسلمانوں کا جمع ہونا اور اس کا ثواب ارواحِ اموات کے لئے ہبہ کرنا علماءِ محققین سے بغیر کسی انکار کے ثابت ہے جیسا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "تذکرۃ الموتی والقبور" میں لکھا ہے کہ حافظ شمس الدین بن عبدالواحد نے فرمایا ہے کہ زمانۂ قدیم سے ہر شہر میں مُسلمان جمع ہوتے ہیں اور ارواحِ اموات کے لئے قُرآن خوانی کرتے ہیں۔

ان عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ عند اہل السنت والجماعت اموات کو ایصال ثواب کرنا بلا چون و چرا بالکل جائز ہے اور اس سے انکار سوائے مُعتزلہ، نجدیہ وہابیہ کے کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ ثبوتِ ایصالِ ثواب کے لئے اس کتاب میں ادلہ کثیرہ مذکور ہیں. جسے بخوفِ طوالت ترک کر دیا گیا۔ ۔ اب مُنکرین کی دلیل آیت وان لیس الخ کے مُتعلق "تفسیر خازن" کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قال ابن عباس رضي الله عنهما كانوا قبل ابراہیم یاخذون الرجل بذنب غیره كان الرجل یقتل بقتل ابیه و ابنیه و اخیه و امراته و عبده حتي كان ابراہیم علیه السلام فنهاهم عن ذلك و بلغهم عن الله تعالي (ان لا تزر و ازرة و زر اخري وان لیس للانسان الا ماسعی) ای عمل - و هذافي صحف ابراہم و

موسیٰ ایضا - قال ابن عباس رضي الله عنهٗ هذا منسوخ الحکم في هذه الشريعة بقوله تعالٰي الحقنا بهم ذرياتهم - الي ان قال - و اخرج البخاري عن عائشة رضي الله عنها قالت ان رجلا قال رسول الله صلي الله عليه وسلم ان امي افتلتبت نفسهما و اظهنا لو تكلمت تصدقت فهل لها اجر ان تصدقت عنها قال نعم - (اخرجاه في الصحيحين تفسير خازن جلد نمبر ۴ ص ۱۹۹)

ترجمہ: رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے یہ معمول تھا کہ اگر کوئی شخص قتل کرتا ہو قاتل کی بجائے اس کے بیٹے کو قتل کیا جاتا یا اگر کسی کا بیٹا قتل کرتا تو اس کی بجائے اس کے باپ کو قتل کر دیا جاتا یا اگر ایک بھائی قتل کرتا تو اس کی جگہ اس کے بھائی کو قتل کر دیا جاتا، اسی طرح میاں کو بیوی اور مولیٰ کو غُلام کی جگہ قتل کر دیا جاتا۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو اس سے منع فرما دیا اور ربُ العزت کی طرف سے یہ پیغام سُنایا (ان لا تزر الایہ) وان لیس الخ یعنی ایک کے گناہ جُرم پر دُوسرا آدمی ماخوذ نہ ہو گا اور ہر آدمی کے لئے ہے سعی اس کی یعنی عمل اس کا اور یہ حکم حضرت ابرہیم علیہ السلام کے صحائف اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحائف میں بھی تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اور اس شریعت اسلامی میں یہ آیت منسوخ الحکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے الحقنا بھم ذریاتھم الایہ۔ یعنی نابالغ اولادیں والدین کے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گی باوجود اس کے کہ ان اولادوں کا کوئی نیک عمل موجب جنت نہ ہو گا۔

آگے فرماتے ہیں کہ بُخاری شریف نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث نقل کی ہے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئیں اور میرا یہ یقین ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کے بارے میں کچھ کہتیں۔ تو کیا ان کو اجر ملے گا اگر میں ان کے لئے صدقہ کروں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس حدیث شریف کو مُسلم اور بُخاری دونوں نے روایت کیا ہے۔

وضاحت: تفسیر کی اس عبارت سے صاف ثابت ہوا کہ مُنکرین کا استدلال آیت مذکورہ سے بالکل صحیح نہیں ہے۔ شریعتِ اسلامی میں ارواحِ اموات کے لئے ایصالِ ثواب پر مما

لاتعد و تحصي دلائل موجود ہیں جس سے انکار کسی صحیح العقل مسلمان کا کام ہی نہیں اور پھر جب کہ مخالفین کے دلیل میں علماء کا کلام ہے بلکہ مفسرین و جمہور علماء محققین کے نزدیک منسوخ الحکم ہے۔ (خازن جلد ۴ ص ۲۰۰) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

قال الامام احمد بن حنبل رضي الله عنه في كتاب الزهد له حدثنا هاشم بن القاسم قال حدثنا الاشجعي عن سفيان قال قال طاؤس ان الموتي يفتنون في قبورهم سبع فكانوا يسحبون ان يطعموا عنهم تلك الايام (الحاوي جلد ۲ ص ۸)

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب "زھد" میں حدیث شریف نقل کی ہے بروایت ھاشم بن قاسم انہوں نے اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے سُفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہا سُفیان نے کہ طاوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مُردے سات دن تک قبروں میں مفتون رہتے ہیں یعنی منکر نکیر مردے کے سات دن تک سوال و جواب کرتے ہیں اسی وجہ سے تھے صحابۂ کرام کہ سات دن تک مُردے کے پیچھے صدقہ خیرات کیا کرتے تھے۔ اسی طرح سند کے ساتھ روایت ہے عُبید بن عمر سے، فرماتے ہیں

المؤمن يفتن سبعا و اما المنافق فيفتن اربعين صباحا (الحاوي للفتاوي جلد ۲ ص ۱۷۸)

ترجمہ: یعنی مومن سات دن تک منکر نکیر کے ساتھ قبر میں مُبتلا رہتا ہے اور مُنافق چالیس دن تک مُبتلا رہتا ہے العیاذ باللہ اسی لئے صحابۂ کرام مُردہ کے سات دن تک مُبتلا رہنے کی وجہ سے مُسلسل سات دن تک صدقہ فرمایا کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ مُردہ پر آسانی فرمائے اور اس کو ثابت قدم رکھے۔

نوٹ: آج کل تو یہ حال ہے کہ ایصالِ ثواب کے لئے اگر صدقہ کیا جاتا ہے تو اس کو بدعت اور حرام اور اس طعام کو خنزیر کے گوشت کے برابر قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ دُوسرے ایام کی نسبت پہلے دن صدقہ ازحد ضروری ہے۔

قال النبي صلي الله عليه وسلم مثل الميت في قبره مثل الغريق يتعلق بكل شئي ينتظر دعوة من والد او ولد او اخ او صديق - بطوله (نزهة المجالس جلد ۱ ص ۵۶)

ترجمہ: جس وقت دفن کیا جاتا ہے مُردہ قبر میں تو اس کی روح اس کے بدن میں داخل ہو جاتی ہے تاکہ منکر نکیر کے ساتھ سوال جواب کر سکے اگر مومن ہے تو اس کو خوشی اور نعمتیں حاصل

ہوں اور عاصی ہے تو اس کو غم اور عذاب حاصل ہو اور پہنچتا ہے ان مُردوں کو ثواب صدقہ اور دُعا کا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مُردہ کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دریا میں غرق ہو جائے وہ ہر چیز کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کا سہارا لیتا ہے تاکہ وہ ڈوبنے سے بچ جائے اسی طرح مُردہ بھی قبر میں انتظار کرتا ہے دُعا اور صدقہ وغیرہ کی اپنے والد کی طرف سے یا اپنے لڑکے کی طرف سے یا اپنے بھائی کی طرف سے اور یا اپنے دوست کی طرف سے انتہٰی ۔ اور اصل بات یہ ہے کہ زندوں کے صدقات اور دُعائیں مردوں کی قبروں میں نُورانی شکل پہاڑوں کے برابر داخل ہوتی ہیں اور مُردوں کے لئے دُعائیں ایسی ہیں جیسے دنیا میں زندہ آپس میں ھدایا (تحفے) بھیجتے ہیں ۔ اسی کتاب میں ہے

رایت في کتاب المختار و مطالع الانوار عن انبي صلي الله عليه وسلم لا ياتي علي الميت اشد من الليلة الاولي فارحموا موتاكم بالصدقة فمن لم يجد

ترجمہ: اور دیکھا میں نے "کتاب المختار" اور "مطالع الانوار" میں کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ میت پر پہلی رات سے زیادہ سخت رات پھر نہیں آتی تو تم اپنے مُردوں پر صدقہ دُعا کے ذریعے رحم کرو۔ اگر کسی کی مالی توفیق نہ ہو تو دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اس کا ثواب اپنے مُردہ کی روح پر بخش دے ۔ الی آخرہ ۔ اور اسی کتاب میں ہے

و قال رسول الله صلي الله عليه وسلم ان الصدقة لتطفي عن انهلها حر القبور و انما يتظل المؤمن في يوم القيامة في ظل صدقة رواه البيهقي والطبراني (نزهة المجالس جلد ۱ ص ۲۰۲)

ترجمہ: فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ بیشک صدقہ ٹھنڈا کرتی ہے تپش آگ کی اہلِ قبور سے اور صدقہ کرنے والا مومن قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں رہے گا اس حدیث شریف کو بیہقی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

وضاحت: بیشک ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ زندوں کی دُعائیں اور صدقات کا ثواب بلا شک وشبہ اموات کو پہنچتا ہے اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے سوائے نجدیوں اور ان کے ہمنواؤں کے ۔ آج کل اس قسم کے فرقے معرضِ وجود میں آچکے ہیں جو خود کو سُنّی کہتے ہیں لیکن عقیدہ مُعتزلہ یا نجدیوں وہابیوں کے مسلک پر عمل پیرا ہیں اعاذنا اللہ منھم و من

عقائدھم

"فتاوی برہنہ" میں ہے مسئلہ در کنز گفتہ کہ زیارت قبور مُستحب است در ہر ہفتہ بطولہ ص ۲۶۳ - الی ان قال - در کنز گفتہ کہ مُستحب است تصدق رو یا ہفت روز و اگر نماز یا روزہ یا عتاق یا عبادت دیگر کنند تا ثواب او بمیت رسد رواست و میرسد (فتاوی براہنہ جلد ۱ ص ۲۶۳)

ترجمہ: قبرستان میں اہلِ قبور کی زیارت کے لئے جانا مُستحب ہے۔ ہفتہ میں ایک بار اور زیارتِ قبور کے لئے چار دن افضل ہیں (دوشنبہ یعنی پیر کے دن پہلے حصے میں جُمعہ کے دن بعد نماز جُمعہ اور ہفتہ کے دن صبح نماز کے بعد تا طلوعِ شمس اور جمعرات کے دن کے پہلے حصے میں۔ اور کنز میں ہے کہ مُستحب ہے صدقہ کرنا میت کے لئے سات دن تک اگر کوئی نماز پڑھے یا روزہ رکھے یا غلام آزاد کرے یا دوسری کوئی عبادت مالیہ، بدنیہ اس نیت سے کرے کہ اس کا ثواب میت کو پہنچے تو یہ جائز ہے اور ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ (فتاوی برہنہ جلد ۱ ص ۲۶۳)

نوٹ: بخوفِ طوالت نہایت اختصار سے کام لیا ورنہ دلائل اس باب میں بے شمار موجود ہیں پھر یہ کہ صحیح العقل سلیم الطبع مومن کے لئے تو ایک ہی دلیل کافی ہے اور فاتر العقل مُذبذب الحال کے لئے بہت کچھ بھی کچھ نہیں--

واللہ یھدي من یشاء الي صراط مستقیم

فرضِ اولیں

فیض لودھیانوی مرحوم و مغفور

واعظا جس پر نہیں تیرا عمل
سوچ کیا وقعت ہے ایسے قول کی
خُلد کے قصے سُنانا بعد میں
پہلے کچھ اصلاح کر ماحول کی

گذشتہ سے پیوستہ

دورِ حاضر میں اجتہاد

حافظ نور حکیم جیلانی

بعض مزید شرائط:

مندرجہ بالا علوم میں مہارت رکھنے والے مجتہد کے لئے یہی شرائط کافی ہیں مگر اس کے باوجود ائمہ دین اور فقہاء کرام نے مزید کچھ شرائط لکھی ہیں جو کہ قابلِ لحاظ ہیں (اور بعض نے نیت اور خلوص و تقویٰ کو بھی ضروری قرار دیا ہے) مثلاً امام غزالی نے مجتہدِ مطلق کے لئے یہ شرط لکھی ہے کہ وہ عادل ہو اور ان معاصی سے مجتنب ہو جو عدالت کو مجروح کر دیتے ہیں۔ امام شافعی نے صحت فہم اور حسن تقدیر کو ضروری اور علامہ شاطبی نے مقاصدِ شریعت کے کامل فہم کو ضروری قرار دیا ہے (مستصفےٰ جلد ۲ ص ۳۵۰ وابو زہرہ اصولِ فقہ ص ۳۷۳)

اجتہاد کی بنیادی تین اقسام:

(ا) اجتہاد بیانی: یعنی جدید علمی فکری ضرورتوں کی تکمیل کے لئے کتاب و سنت کے قواعد کے تحت اجتہاد کرنا۔ (ب) اجتہادِ قیاسی: یعنی قیاسی اجتہاد (ج) اجتہادِ استصلاحی: یعنی مصالح پر مبنی مثلاً استحسان و استصلاح کے تحت اجتہاد۔

اجتہاد صحیح کے لئے محل اجتہاد، اہلیت مجتہد اور طریقہ اجتہاد کے تعین کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔

طریقہ کار اجتہاد:

مندرجہ بالا ہر اجتہاد اپنی نوع کے مخصوص ضابطوں کے مطابق ہو۔ مثلاً اجتہاد بیانی کے لئے جس کا تعلق تعبیر نصوص سے ہے۔ طریقہ اجتہاد یہ ہو کہ تعبیر احکام کے معاملے میں خاص و عام مطلق و مقید، حقیقت و مجاز — محکم و متشابہ وغیرہ کی رعایت ملحوظ رکھی جائے۔ قرآن و سنت کی تفسیر و تشریح کے دیگر فنون اور فنی اصول سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد کرنا اور اس طرح اجتہاد

قیاسی کے لئے جو قیاس شرعی سے عبارت ہے اصل فرع حکم اور علت کو مُتعین کرنا تعین علت اور اطلاق حکم کے لئے تخریج مناط، تنقیحِ مناط وغیرہ کا صحیح ضابطہ اپنانا وغیرہ اور اسی طرح اجتہاد استصلاحی کے لئے جو مصلحت و ضرورت سے عبارت ہے استحسان، مصالح مرسلہ، استصحاب، استدلال، عرف و عادت، ضرورت، اضطرار اور تغیرِ زمان وغیرہ کے مُسلمہ فقہی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر اجتہاد کرنا وغیرہ تب جا کے اجتہاد کا صحیح طریقہ نافذ العمل ہو گا۔ (اجتہاد اور اس کا دائرہ کار ص ۲۱)

اجتہاد کرنے والا شخص (مجتہد):

اُصولِ فقہ کی اصطلاح میں مُجتہد کی تعریف کرتے ہوئے ابن سبکی لکھتے ہیں

المجتهد من له ملكة فى هذا العلم و احاط بمعظم قواعد الشرع وما رسها بحيث اكتسب قوة يفهم بهاى مقصود الشارع (جمع جلد ۲ ص ۳۸۳)

(۲) ابن امیر الحاج لکھتے ہیں وهوا (اى المجتهد او الفقيه) البالغ العاقل اى ذو ملكة يداك بها العلوم (ابن السبكى)

(۳) يا بالغ عاقل ذوملكة يقدر بها على استنتاج الاحكام من مآخذ ها (ابن امير الحاج)

ارشاد الفحول میں المجتهد هو الفقيه المستفراغ لوسعه لتحصيل ظن بحكم شرعى ولابدان يكون بالغا عاقلا قد ثبتت له ملكة بقدر بها على استخراج الاحكام من مآخذها (ارشاد ص ۲۵۰)

مفہومِ مُجتہد:

تعریفات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مُجتہد کے لئے صاحبِ ملکہ ہونے کی قید صرف مُجتہد مطلق کے لئے نہیں بلکہ مطلق مجتہد کے لئے ہے۔ "تنویر الایمان فی اتباع مذہب النعمان"

میں مجتہد کے بارے میں "فتح القدیر" سے اقتباس ہے کہ (پشتو)

یعنی ہر کله چه په غیر مجتهد تقلید د مجتهد واجب وه نو تعریف د مجتهد ضروری شه

عربی: وهو ما قال فی فتح القدیر والحاصل ان المجتهد من یعلم الکتاب وا لسنه باقسامهما من عبارتهما واشارتهما و دلالتهما و اقتضاء هما و ناسخهما و منسوخهما و مناط احکامهما و شروط القیاس و لمسائل الجمع علیها لئلا یقع فی القیاس فی مقابلة الاجماع و اقوال الصحابه لانه قد یقدمه علی القیاس فلا یقیس فی معارضه قول الصحابی و یعلم عرف الناس فمن اتفقت فیه هذا الجملة فهو اهل الاجتهاد فیجب علیه ان یعمل باجتهاده

(بحث کتاب القضاء و ایضاً فی بحر العلوم ص ٦٣)

مفہوم: یعنی ملکہ کسی خاص قسم کے مجتہد کے لئے ضروری نہیں بلکہ صرف مجتہد کے لئے یعنی مندرجہ بالا "فتح القدیر" کے حوالہ میں مجتہد کی تعریف کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک مسئلہ میں وقتی اور عارضی طور پر سعی تمام کرے تو وہ مجتہد نہ کہلائے گا بلکہ مجتہد وہ ہوگا جس میں اجتہاد کا ملکہ پیدا ہو جائے اسی لئے تو علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ ملکہ جب کامل ہوتا ہے تو صاحبِ ملکہ تمام مسائل میں اجتہاد پر قادر ہوتا ہے اور اگر ملکہ ناقص ہوتا ہے تو کسی مسئلے پر بھی اجتہاد قادر نہیں ہوتا۔ اس لئے شرائط کے ساتھ اجتہادانہ ملکہ تقویٰ اور عدالت اجتہاد کے لئے نہایت ضروری اجزاء ہیں۔

مجتہدین کی درجہ بندی

(۱) مجتہدین فی الشرح (۲) مجتہدین فی المذہب (۳) مجتہدین فی المسائل (۴) طبقۂ اصحاب التخریج (۵) طبقۂ اصحاب الترجیح (۶) اصحاب التصحیح (۷) اصحاب التمیز (در مختار ترجمہ غایۃ الاوطار)

(۱) مُجتہدین فی الشرح :

یہ درجہ صرف اہل سنت والجماعت کے چاروں مذاہب کے بانیوں کے لئے وقف ہے۔ مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ وغیرہ۔ ان کے متعلق یہ باور کیا جاتا ہے کہ ان کو شرعی احکام کے استخراج کا قطعی حق حاصل تھا یہ حضرات قُرآن وسُنّت کے مکمل علم کے ماہر تھے اور ان لوگوں نے خود کئی اصول وضع کئے مثلاً تعبیر 'استحسان' استصلاح وغیرہ امام جعفر صادق کا نام بھی مُجتہدین فی الشرح میں ہی آتا ہے۔

(۲) مُجتہدین فی المذہب :

یہ مجتہدین جو صرف اپنے ہی مذہب میں اجتہاد کرتے ہیں اس درجہ میں آتے ہیں۔ یہ حضرات اہلسنت کے بانیوں کے شاگرد ہیں مثلاً حنفی مذہب میں ابُو یوسف' مُحمّد زفر' امام مُحمّد اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین مشہور ہیں۔ جبکہ شافعی مذہب میں ابو ابراہیم' اسماعیل بن یحییٰ المُزنی اور سیوطی جبکہ مالکی مذہب میں عبدالبر اور ابو بکر ابن عربی جبکہ مذہب حنبلی میں امام عبداللہ بن احمد بن حنبلی' امام عبدالملک المیمونی وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ یہ حضرات اپنے اساتذہ کے اصول و قواعد کے تابع ہوتے تھے مگر کئی ایک مسائل پر اختلاف بھی کیا ہے۔

(۳) مُجتہدین فی المسائل :

اس درجے کے مُجتہدین کو صرف مخصوص مسائل شرعی میں جن کو درجۂ اوّل اور درجہ دوم کے مُجتہدین نے طے نہیں کیا اجتہاد کا حق تھا مگر یہ لوگ ان مسائل کے کسی رشق پر اختلاف کرنے کے مجاز نہیں تھے۔ حنفیوں میں خصاف' طحاوی' سرخی اور بیضاوی رحمہم اللہ علیہم اجمعین زیادہ مشہور ہیں۔ فخر الاسلام بزدوی' قاضی خان رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین بھی اسی میں شامل ہیں۔

(۴) اصحاب التخریج :

یہ وہ لوگ تھے جو خود تو اجتہاد نہ کر سکتے تھے بلکہ اعلےٰ طبقے کے اجتہادات کی تشریح میں مصروف رہے یعنی مُقلدین۔ رازی وغیرہ یہ لوگ پہلودار قول کے علم پر قادر تھے۔ (جاری ہے)